ڈاکٹر عباد الرحمٰن نشاط استاذ شعبۂ انگریزی
ام القریٰ یونیورسٹی۔ مکہ مکرمہ

# سرزمین امریکہ میں اسلام کے علمبردار

اسلام کی مقناطیسی کشش اور ناقابل تسخیر طاقت کا ظہور اسی وقت ہوتا ہے جب کہ اس کی آزمائش منہاج نبوت کے مطابق دعوت کے میدان میں کی جائے۔ ذیل کا مضمون دجالی تہذیب کے سب سے بڑے مرکز امریکہ میں اسلام کی جاذبیت و قوت کے کچھ واقعات و مشاہدات کے بیان پر مشتمل ہے — ایسے دور میں جس میں کہ ہر طرف سے سیاسی و قومی میدانوں میں لڑی جانے والی جنگوں میں پے درپے شکست و ہزیمت کی خبروں نے ہماری قوتوں کو مفلوج اور ہمتوں کو سردہ کر دیا ہے۔ کیسی شدید ضرورت ہے اس بات کی کہ دعوت و شہادت علی الناس کے میدان میں اللہ کی نصرت و تائید سے حاصل ہونے والے حوصلہ افزا نتائج سے امت کو باخبر کیا جائے: تاکہ اولاً یہ مایوسی و دل شکستگی ختم ہو اور (۲) یہ عقدہ بھی کھلے کہ ان پیہم شکستوں کی اصل وجہ یہ ہے کہ جس میدان میں ہم لڑ رہے ہیں ہم اس کے سپاہی نہیں ہیں — اٹھئے اور جی جان سے دعوت الی اللہ کے کام میں اپنی کل پونجی کو قربان کر دیجئے۔ (الفرقان)

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں، موجِ طوفاں کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

۱۹۷۲ء کے دسمبر کی آخری تاریخوں میں جب میں تعلیم کے لئے امریکہ روانہ ہو رہا تھا تو میرا دل امید اور اندیشے کی ملی جلی کیفیت سے دوچار تھا۔ ایک تو اس امید سے دل مسرور تھا کہ اہل زبان کے درمیان رہتے ہوئے انگریزی زبان و ادب میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی میری دیرینہ تمنا پوری ہونے کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ تو دوسری جانب یہ احساس دل میں کانٹا بن کر کھٹک رہا تھا کہ مجھے اپنی زندگی کے چند سال ایک ایسے ماحول میں گزارنے تھے جو مادیت کا سب سے بڑا علمبردار تھا۔ مادیت جو اس صدی میں اسلام کی سب سے منظم دشمن طاقت بن کر خود اسلامی ممالک کے قلب میں اسلام کے فرزندوں کی خود اعتمادی مجروح کر رہی تھی۔ اس کے سب سے بڑے "قمار خانہ" میں داخل ہوتے ہوتے اگر مجھے اپنی دینی اور تہذیبی اقدار کی حفاظت کی فکر دامن گیر ہو رہی تھی تو

یہ کوئی غیر فطری بات نہیں تھی۔ لیکن اس ملک میں اپنے نو سالہ قیام کے دوران جب میں نے بارہا ایسے غیور مسلمان دیکھے جن کی حمیت ایمانی کی آب و تاب مادیت کی مصنوعی چمک کے بالمقابل اور بھی نکھر گئی تھی تو اس حقیقت میں میرا یقین پختہ ہوگیا کہ جب کسی مسلمان کے دل کے سونے کو اللہ کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پارس چھو لیتا ہے تو پھر اس کی نگاہوں میں وہ قیمتی ہیرا بھی ایک بے حقیقت پتھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا جس پر غیر اسلام کی مہر ثبت ہو۔

یہ مضمون اسلام کے ایسے ہی جگر گوشوں سے متعلق ہے۔ اور اس میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں میں خود ان کا بالواسطہ یا بلا واسطہ شاہد ہوں اور ان واقعات کو اس نیت سے یہاں قلم بند کر رہا ہوں کہ کوئی مسلمان جو عصر حاضر کے حالات اور مغربی تہذیب کی دل فریبیوں سے مرعوب ہوگیا ہو، شاید اپنا یقین گم کردہ پھر سے حاصل کرے۔ اور کوئی مسلمان جو اسلام مخالف دور میں خود اسلام پر چلنے اور دوسروں کو اس کی دعوت دینے کا جذبہ رکھتا ہو، شاید اپنے عزم و شوق کے چراغ کی لو تیز سے تیز کرلے۔

مجھے یاد ہے امریکہ کے ایک شہر میں ایک دینی عنوان سے مختلف مقامات سے مسلمان جمع ہوئے تھے جن میں بڑی تعداد امریکی نومسلموں کی تھی۔ اکثر لوگوں کا قیام مقامی مسجد میں تھا۔ سفر کی بے آرامی اور تھکان کی وجہ سے میں بھی ظہر کی نماز کے بعد مسجد کے ایک گوشہ میں پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ مسجد بھری ہوئی تھی اور تقریباً سارے ہی لوگ لیٹے ہوئے تھے۔ میرے تھکے ہوئے جسم نے مسجد کے اس حصے میں بہت سکون محسوس کیا۔ لیکن میں دوسرے ہی لمحے چونک پڑا۔ کسی کی سسکیوں کی آواز میرے کان سے ٹکرائی۔ میں نے دیکھا میرے سامنے مسجد کی دیوار سے ٹیک لگائے ایک نومسلم امریکی نوجوان رو رہا تھا۔ اس کے جسم پر لمبا عربی جبہ تھا۔ سر پر ٹوپی تھی۔ اور چہرے پر داڑھی تھی۔ اس کی بے قراری دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ضبط نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔ اس کی سسکی تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ اور چند منٹ کے بعد ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر وہ کون سا غم ہے جو اس نوجوان کو اس طرح رلا رہا ہے۔ اور بے قرار کئے ہوئے ہے۔ کون سا نقصان ہے جس کے احساس کی شدت نے اسے اپنے گرد و پیش سے بھی بے نیاز کردیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میرا ذہن اس سوال کا جواب تلاش کرتا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد کے دوسرے گوشے سے ایک دوسرا امریکی نومسلم نوجوان اٹھ کر اس کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اس نے وہ کتاب اس روتے ہوئے نوجوان کی طرف بڑھائی اور انگریزی میں کہا۔

"یہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں آؤ اسے مل کر پڑھیں"

اس نوجوان نے کتاب لے لی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اور پھر کتاب کھول کر ایک حدیث شریف کا انگریزی

ترجمہ بلند آواز سے پڑھنے لگا۔

" رسول اللہ، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، نے فرمایا ........ " تھوڑی دیر اس نوجوان کے ارد گرد چند اور امریکی نومسلم سنجیدگی اور وقار کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔ وہ نوجوان انتہائی ذوق و شوق سے ایک کے بعد دوسری حدیث پڑھتا رہا۔ دھیرے دھیرے اس کی آواز صاف ہوگئی۔ آنکھوں کے گوشے چمک اٹھے، چہرے پر طمانیت کا اجالا پھیل گیا۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس بے چین و بے قرار انسان کو بالآخر اس کے درد کی دوا مل گئی ہو۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں بھیگی آنکھوں سے حدیث پاک کی یہ عجیب وغریب محفل دیر تک دیکھتا رہا۔ اور سوچتا رہا کہ آج سے چودہ سو سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس فکر و اخلاص سے دنیا کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تھی کہ آج ایک ایسا انسان جو نہ اس زبان سے واقف ہے جس میں پہلی بار اس دعوت کو پیش کیا گیا تھا۔ نہ اس ملک سے کوئی قومی تعلق رکھتا ہے جہاں اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تھا۔ اور نہ ہی اس تہذیب سے کوئی مناسبت رکھتا ہے جس کی آغوش میں پیغمبر علیہ السلام نے پرورش پائی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ اب اپنے سارے پچھلے رشتے توڑ کر مسجد میں آگیا ہے۔ اور ان ایام پر روتا ہے جو اسلام سے اس کے تعلق کے بغیر گذر گئے۔

میرے ذہن میں جو دوسری یاد ابھرتی ہے وہ بھی ایک امریکی نومسلم ہے۔ میری نگاہوں میں شکاگو کی ایک عمارت کا نقشہ پھر جاتا ہے جسے مسلمانوں نے خرید کر مسجد کی شکل دے دی ہے۔ ایک دن وہاں عشاء کی نماز کی اقامت ہو رہی تھی۔ نہ جانے مکبّر کا اخلاص تھا یا کسی کے دکھے دل کا آبگینہ ہی پھوٹ پڑنے کے لئے منتظر تھا کہ جونہی اقامت کی آواز بلند ہوئی پہلی صف سے کسی کی سسکی تیر آواز سنائی دی۔

میں نے چونک کر اس آواز کی جانب نگاہ اٹھائی۔ رونے والے کے چہرے پر نظر پڑتے ہی میرا دل محبت کے جذبات سے بھر گیا۔ میں ان سے واقف تھا میری پہلی ملاقات ان سے شکاگو ہی میں ایک مکان کے زیریں حصے (BASEMENT) میں ہوئی تھی۔ جہاں اس علاقے کے مسلمان جماعت سے نماز پڑھتے تھے۔ اس وقت مجھے امریکہ آئے ہوئے صرف چند روز ہوئے تھے۔ ایک دن جب میں وہاں نماز کے لئے داخل ہوا تو وہاں وہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ موجود تھے۔ ان کے جسم پر عربی لباس تھا اور چہرے پر گھنی داڑھی۔ میں نے انہیں کسی افریقی ملک کا باشندہ سمجھا۔ اور سلام کے بعد انگریزی میں پوچھا۔

" کیا آپ انگریزی بولتے ہیں؟ "

وہ ہنس پڑے اور بولے " میں امریکن ہوں اور انگریزی میری مادری زبان ہے۔ شاید آپ کو میرے لباس کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی۔ میں یہ لباس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اپنانے کے شوق میں پہنتا ہوں۔ اسلام

قبول کرنے کے بعد اب میرا یہی لباس ہے۔"

اس ملاقات کے بعد ہم دونوں بار ہا ملے۔ اور اپنے نو سالہ قیام کے دوران مجھے انہیں بہت نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے انہیں ایک بڑے جنرل سٹور کے مالک کی حیثیت سے بھی دیکھا۔ اور پھر خدمت اسلام کے شوق میں اپنا بزنس ختم کر کے ایک انتہائی معمولی ذریعہ آمدنی پر اکتفا کرتے بھی دیکھا۔ میں نے انہیں ایک ہندوستانی قاری سے قرآن پاک پڑھتے بھی دیکھا اور نومسلموں کو نماز سکھاتے بھی دیکھا۔ میں نے انہیں مسجد میں رات کی تاریکی میں بلک بلک کر روتے بھی دیکھا۔ اور دن کی روشنی میں دعوت و تبلیغ میں سرگرم عمل بھی دیکھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا اور بارہا چشم عبرت سے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر رہا ہے۔ اس لئے جب اس دن میں نے انہیں نماز کے وقت روتے دیکھا تو مجھے ان کے دل کی کیفیت سمجھنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ تکبیر کے الفاظ نے جس میں خدائے واحد کی ربوبیت اور عظمت کی پکار تھی۔ اس مخلص مسلمان کے دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ کسی جذبے کو بے قابو کر دیا تھا۔

صف سیدھی کی جا رہی تھی کہ میرے بازو میں کھڑے میرے ایک دوست نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا آپ جانتے ہیں کہ حال ہی میں ان کے ہاتھ پر ایک دن میں ۳۳ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے؟"

میرے دل میں تعظیم و تحسین کے جذبات موجزن ہو گئے۔ میرے لئے یہ اطلاع نئی تھی۔ نماز کے بعد لوگوں کی درخواست پر انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ویسٹ انڈیز کا ایک دعوتی سفر کیا اور ایک دن وہاں کے مسلمانوں سے خطاب کیا۔ اس مجلس میں تین عیسائی نوجوان بھی موجود تھے۔ اسلام کا پیغام سنجیدگی اور وقار کے ساتھ شاید پہلی بار ان کے سامنے پیش ہوا تھا۔ تقریر ختم ہوتے ہی انہوں نے مزید معلومات کے لئے کچھ وقت لیا۔ سوالات پوچھ کر اپنی تشفی کی۔ اور پھر روح کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے دریافت کیا کہ اب ان کی کیا ذمہ داری ہے؟

ان کا جواب تھا۔۔۔ اب آپ اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچائیں جیسے میں نے یہ پیغام آپ تک پہنچایا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا تو آپؐ نے یہی جواب دیا تھا ۔۔۔ وہ تینوں نومسلم اٹھ کر چلے گئے اور چند گھنٹوں کے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے ساتھ ۳۰ غیر مسلم تھے۔ ان سب کو اسلام کی دعوت دی گئی اور سب نے اسی مجلس میں اسلام قبول کر لیا ؎

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ